حفاظتِ حدیث کا اہتمام

اسباب و دواعی

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (القرآن الحکیم)

(از افادات قدوة المحققین حضرت مولانا حافظ محمد صاحب۔ مدظلہم العالی شیخ الجامعۃ السلفیۃ لائلپور)

(۱)

واقفانِ حال کو معلوم ہے، کہ مسٹر غلام احمد صاحب پرویز گورداسپوری نے انگریز بہادر کے دفتر میں دلی جا کر حدیث پاک کے انکار کا پیتسمہ لیا تھا، اور اسی وقت ان کے "اسلام کا طلوع" شروع ہو گیا تھا، مگر بفحوائے کلما خرجت العقرب فالنعل حاضرة جوں ہی انہوں نے اس قسم کے مضامین شائع کرنے شروع کئے، علمائے اہل حدیث اور بعض دوسرے حضرات نے ان کے مغالطات کا پردہ چاک کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کے مضمون "شخصیت پرستی" کا مدلل و معقول جواب "خدا پرستی" حضرت الاستاذ مولانا محمد شرف الدین صاحب محدث دہلوی نے ان ہی دنوں دلی سے طبع کرا کر شائع کیا تھا۔ پھر "علم حدیث" مضمون کا جواب بھی حضرت الاستاذ مدظلہ العالی نے مبسوط و مدلل تحریر فرمایا جو "برق اسلام" کے نام سے شائع ہو چکا ہے،

مگر پرویز صاحب نے ان ہی مردودہ و مطرودہ مضامین کے طومار کو "مقام حدیث" کے نام سے ۱۹۵۳ء میں آٹھ سو صفحات کی دو جلدوں میں طبع کرا دیا، الحمدللہ کہ اس دفتر بے معنی کے جواب کی توفیق بھی حق سبحانہ تعالیٰ نے جماعت اہلحدیث ہی کو دی چنانچہ ادھر کتاب چھپی اور ادھر جماعت کے مشہور اہل علم استاذ الاساتذہ حضرت الاستاذ مولانا حافظ محمد صاحب متع اللہ المسلمین بطول حیاتہ نے ۵۳ء ہی میں پوری کتاب کا جواب مکمل کر لیا تھا جو افسوس ہے، نامساعد حالات کی وجہ سے اب تک زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا،

مذکورہ بالا کتاب میں اس ٹولے کے مشہور مغالطے سے کئی صفحے سیاہ کئے گئے ہیں کہ "احادیث نبویہ کی حفاظت ہی نہیں ہوئی اور جو کتابیں موجود ہیں وہ سب کی سب مشکوک ہیں"۔۔۔۔۔!

استاذ محترم مدظلہ العالی نے اس پر جو مدلل بحث فرمائی ہے، اس کا کچھ حصہ رحیق کے قارئین کی خدمت میں پیش ہے ——— واضح رہے، کہ "مقام حدیث" کا یہ جواب سینکڑوں صفحات پر پھیلا ہوا تحقیقات نادرہ و مباحث بدیعہ پر مشتمل ہے (ادارہ)

بعض لوگ جو علم اور تاریخ سے پوری واقفیت نہیں رکھتے، جب دیکھتے ہیں، کہ حدیث کی مشہور کتابیں جو صحاح ستہ سے موسوم ہیں، ان سے پہلی کتاب مؤطا امام مالکؒ دوسری صدی ہجری میں لکھی گئی، اور باقی (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن نسائی، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی) تیسری صدی ہجری میں تصنیف ہوئیں، اس سے وہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں، کہ حدیث کے لکھنے کا رواج دوسری یا تیسری صدی ہجری میں ہوا ہے، جامعین حدیث نے سنی سنائی باتوں کو جمع کر دیا ہے ——— !

مگر یہ بات صحیح نہیں، درحقیقت حدیث پاک کے لکھنے کا رواج عہد نبوی میں ہی ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قولاً و فعلاً اس میں حصہ لیا ہے ——— اس کے ثبوت میں اتنا ذخیرہ اب منظر عام پر آگیا ہے جس کو دیکھتے ہوئے اس کے متواتر ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا، اس کے بعد عہد صحابہؓ میں بھی اس کا خاص اہتمام کیا گیا، جس کے نتیجے میں پہلی صدی ہجری میں ہی احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ کافی جمع ہو گیا تھا اسی کا اکثر حصہ صحاح ستہ پر مشتمل ہے۔ اور اسی میں وہ بھی ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود تحریر کرایا، یہ امر بھی ذہن میں رہے کہ پہلی صدی کے مجموعوں کی سندیں بالکل مختصر ہوتی ہیں۔ بعض جگہ ایک ہی واسطہ ہوتا ہے، یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جمع کرنے والے کے درمیان صرف ایک ہی واسطہ ——— صحابی کا ——— ہوتا ہے مثلاً ہمام بن منبہ کا صحیفہ جو حضرت ابوہریرہ رضؓ سے نقل کیا گیا ہے، اس میں صرف ایک واسطہ ہے۔ یعنی حضرت ابوہریرہؓ ——— حضرت ابوہریرہ رضؓ کی وفات ۵۸ھ میں ہوئی ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ۴۸ سال بعد۔ اور یہ صحیفہ قطعاً اس سے پہلے کا ہے ——— اور یہ حدیث پاک کا اعجاز اور محدثین کرام کی کرامت ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی لٹ حیدر آبادی مقیم پیرس کو توفیق دی کہ اس الصحیفۃ الصحیحۃ کو شائع کر کے منظر عام پر لے آئیں ——— اس مجموعے کی سب احادیث مسند امام احمد اور صحیح بخاری و مسلم وغیرہ میں آچکی ہیں، ان کے دیکھنے سے حدیث کی حفاظت کا یقین کس قدر مستحکم ہو جاتا ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ اس صحیفہ میں احادیث ہیں، اسی طرح صحیحین وغیرہ میں پائی جاتی ہیں، جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پہلی صدی کے صحیفہ کی احادیث کس طرح تیسری صدی کے مجموعوں میں بعینہٖ نقل در نقل ہو کر آئی ہیں، کہ ان میں

کسی قسم کی کمی بیشی نہیں ہوتی ——— !

علاوہ ازیں وہ خط جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو لکھا تھا، اس کا فوٹو بھی شائع ہو چکا ہے دیکھئے محدثین نے اس خط کے جو الفاظ "تیسری صدی میں" "نقل در نقل" کی صورت میں لکھے ہیں بالکل وہی ہیں، حالانکہ اس خط کی نقل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں تھی، صرف صحابہ کرامؓ نے وہ خط سُنا اور یاد کر لیا، پھر واسطوں کے ذریعے مصنفین صحاح تک پہنچا اور بعینہٖ محفوظ پہنچا جیسے لکھا گیا تھا، الحاصل حفظ کے ساتھ حدیث کے لکھنے کا رواج عہد نبوی میں ہی شروع ہو گیا تھا، بعدہ عہد خلافت راشدہ اس کے بعد تابعین میں بھی اس کا فی الجملہ اہتمام رہا، اگرچہ یہ مجموعہ جات بعد کی کتابوں کی طرح مرتب نہیں تھے، تبویب و ترتیب کے ساتھ تدوین واقعی دوسری صدی ہجری میں شروع ہوئی۔ اور یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ ہر فن کا تدریجی ارتقاء ایسے ہی ہوتا ہے

اب ہم ذرا تفصیل سے اس مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں

یاد رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک احادیث کے محفوظ رہنے کے متعدد اسباب ہیں۔

(۱) عملی صورت دینا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ جو آپ ارشاد فرماتے یا کام کرتے تھے، اس پر عمل درآمد کا سلسلہ ساتھ ہی ساتھ شروع ہو گیا تھا، مثلاً آپ پانچ وقت نماز پڑھاتے تھے، اور ہر مسلمان بالغ پر جو استطاعت رکھتا ہو نماز باجماعت ادا کرنا لازمی قرار دے دیا گیا تھا، حتیٰ کہ سات برس کے بچے کو بھی نماز کا حکم دیا جاتا، اور بلوغت کے بعد مرتے دم تک نماز فرض کر دی گئی ——— اس کا یہ معنی ہوا کہ جو حدیثیں نماز کے متعلق ہیں، خواہ ان کا تعلق نماز کے اوقات سے ہو، یا دیگر شرائط (طہارت، استقبال قبلہ) یا اس کے آداب و ارکان سے یہ تمام حدیثیں ایسی ہیں جن پر چوبیس گھنٹوں میں پانچ بار عمل ہوتا تھا۔ خیال کیا جا سکتا ہے جو کام دن رات میں پانچ مرتبہ ضروری طور پر کرنا پڑے اس کے متعلق جو مسائل (احادیث) وقتاً فوقتاً بیان کئے جائیں گے وہ دماغ میں ایسے راسخ ہو جاتے ہیں کہ ان کا یاد رکھنا نہیں بلکہ بھولنا مشکل ہو گا، چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ نماز کا لفظ بولنے سے ہر مسلمان کے ذہن میں نماز کی وہی شکل آ جاتی ہے جو متوارث چلی آ رہی ہے یہی وجہ ہے کہ نماز کے محسوس اجزاء میں سے جو لازمی اور ضروری ہیں ——— مثلاً تکبیر تحریمہ، قیام، رکوع، قومہ، سجود، دو سجدوں کے درمیان جلسہ، تشہد، آخری سلام ——— ان سب میں شیعہ و سنی تک کا اختلاف نہیں، صرف ہاتھ باندھنے میں اختلاف ہے، کوئی باندھتا ہے، کوئی نہیں، باندھنے والا سنت سمجھتا ہے، اس طرح رفع یدین کا اختلاف ہے، کرنے والے اسے سنت سمجھتے ہیں ——— بس نماز میں یہ اتفاق محض اس لئے ہے، کہ نماز کے بیان کرنے میں "تقریر" سے کام

نہیں لیا گیا، بلکہ روزمرہ کے عمل سے اسے رواج بھی دے دیا گیا — ظاہر ہے جو کام دن رات میں پانچ وقت کیا جائے، اس سے متعلق احادیث کیسے بھول سکتی ہیں۔ اس پر اذان، اقامت جمعہ کو بھی قیاس کر لیا جائے پھر یہی حال ان احادیث کا ہے، جن کا تعلق روزوں سے ہے، کہ اگرچہ فرض روزے سال میں ایک دفعہ آتے ہیں، مگر پورے ایک مہینہ پر حاوی ہوتے ہیں، پھر نفلی روزے ہمیشہ تھوڑے تھوڑے فاصلے سے آتے رہتے ہیں، ایسی صورت میں ان کا بھولنا بھی ناممکن ہے، ایسا ہی معاملہ حج کا ہے، وہ اگرچہ عمر بھر میں ایک بار فرض ہے مگر حج میں چونکہ لاکھوں آدمی شریک ہوتے ہیں — چنانچہ محتاط اندازے کے مطابق ایک لاکھ سے زائد آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حجۃ الوداع میں شریک تھے — اس لئے اس میں احکام کا بھول جانا اور بھول پر برقرار رہنا عادۃً مشکل ہے، خصوصاً مکہ شریف والے تو کم از کم اس کے احکام نہیں بھول سکتے۔

(۲) احادیث آئینِ حکومت کی بنیاد تھیں حدیثوں کے یاد رہنے کا دوسرا بڑا سبب یہ تھا، کہ ان کو اسلامی حکومت کا آئین بنا لیا گیا تھا کیونکہ اسلام نے عہد نبوی کے دور میں ریاست کی شکل اختیار کر لی تھی، مثلاً جب زکوٰۃ کے احکام جاری کئے گئے، تو وہ ہر سال اڑھائی روپیہ سینکڑہ کے حساب سے ۵۲ ½ تولے چاندی اور ساڑھے سات تولہ سونا میں سے وصول کی جانے لگی، اسی طرح مواشی — گائے، بکری، بھیڑ، اونٹ — کے بھی خاص نصاب اور ان کی وصولی کی شرح بھی مقرر تھی، زرعی پیداوار سے بھی زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی، مال تجارت کے متعلق بھی ایک دستور تھا حاصل یہ کہ ان چیزوں سے ایک مقررہ مقدار وصول کی جاتی ان کے احکام بھی بیان کئے جاتے رہے، بلکہ اگر کسی کو یکمشت خزانے مل جاتے، تو اس کے متعلق بھی احکام عنایت فرمائے گئے — یہ واقعہ ہے کہ ان احکام سے متعلق احادیث عمل درآمد کی وجہ سے خوب یاد رہتی تھیں — کیونکہ بلاشبہ ہر سال ادا کرنے والی چیز کا یاد رکھنا مشکل نہیں —!

یہی حال نکاح، طلاق، عدت، میراث، قصاص، حدود، والدین کے حقوق، زوجین کے حقوق اور اقتصادی امور وغیرہ کا تھا — ان تمام امور کو منظم کر کے علماء، قضاۃ اور امراء و عمال کے سپرد کر دیا گیا، اس بنا پر قانون ہونے کی وجہ سے حکومت کے انتظام سے یہ احکام جاری کر دیے گئے، پس جو چیز قانون بنا دی گئی ہو اور حکومت کی زیر نگرانی اس کا نفاذ بھی کر دیا جائے تو ضروری ہوتا ہے کہ حکومت کے کارندوں کو وہ قانون ضبط کرایا جائے، اور رعایا کو اس سے آگاہ کر دیا جائے، چنانچہ مستند تاریخ کہتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

سے ان ضروری امور کی تعلیم و تبلیغ کے لئے مبلغ جایا کرتے تھے۔

(۳) مبلغین حدیثوں کو عملی صورت میں بھی پیش کرتے تھے تیسرا سبب جس سے حدیثیں ردوبدل سے محفوظ رہیں یہ تھا، کہ مبلغین صرف تبلیغ پر ہی اکتفا نہیں کرتے تھے، بلکہ ان پر عمل کر کے دکھاتے اور ان حدیثوں کو عملی شکل دے کر اس کی طرح اور رسم ڈال دیا کرتے تھے، یہ کام بھی سرکاری نگرانی میں ہوتا تھا۔

احادیث کی تصدیق و تحقیق بسا اوقات وہاں کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر دوبارہ تحقیق و تصدیق بھی کر لیتے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے،

جاء رجل من اهل البادية فقال اتانا رسولك فاخبرنا انك تزعم ان الله ارسلك قال صدق۔ قال فبالذى خلق السماء وخلق الارض، و نصب الجبال وجعل فيها المنافع آالله ارسلك قال نعم۔ . . . . قال زعم رسولك ان علينا خمس صلوٰت و زكوٰة فى اموالنا قال صدق قال بالذى ارسلك ءآلله امرك بهذا قال نعم قال و زعم رسولك ان علينا صوم شهر فى سنتنا - قال صدق قال فبالذى ارسلك ، ءآلله امرك بهذا قال نعم۔ قال وزعم

ایک قوم کے رئیس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے؟ فرمایا: ہاں! پھر اس نے کہا، آپ کو اس اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں، جس نے آسمان بنائے، زمین بنائی، پہاڑ کھڑے کئے، اور ان میں منافع رکھے کہ کیا واقعی آپ کو اللہ ہی نے بھیجا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! . . . . پھر اس نے کہا، آپ کے مبلغوں نے یہ بھی کہا ہے، کہ ہم پر پانچ وقت نماز اور مال سے زکوٰۃ ادا کرنی فرض ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ بات بھی درست ہے! وہ بولا! کہ آپ کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے آپ کو بھیجا، کیا اللہ نے آپ کو ایسا حکم دے کر بھیجا ہے ارشاد ہوا، ہاں! پھر اس نے عرض کیا کہ آپ کے مبلغوں نے کہا ہے، کہ سال میں ایک مہینے کے روزے فرض ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ بھی بالکل ٹھیک! اس نے پھر کہا، کہ آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اللہ نے آپ کو ایسا حکم دیا ہے؟ فرمایا، ہاں! پھر اس

رسولك ، ان علينا حج البيت من استطاع اليه سبيلا۔ قال صدق قال فبالذی ارسلك ءآلله امرك بهذا؟" قال نعم ¹

نے عرض کیا کہ آپ کے مبلغوں نے کہا ہے کہ ہم پر بشرط استطاعت خانہ کعبہ کا حج فرض ہے، آپ نے فرمایا، یہ بھی بالکل ٹھیک ہے، پھر اس نے کہا، کہ آپ کو خدا کی قسم! کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟ فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے، ہاں!

تصحیح الفاظ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے، کہ مبلغین جو احکام لوگوں کو بتاتے تھے بعض وقت آپ سے اس کی تحقیق و تصدیق بھی کر لی جاتی تھی، پھر جیسے تحقیق و تصدیق کا رواج تھا، ایسے کبھی یہ بھی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے کسی لفظ میں کسی کو شبہ گذرتا، تو دوبارہ آپ کو سنا کر اس کی تصحیح کر لیتا، جیساکہ صحیح بخاری میں وارد ہے کہ:-

عن البراء بن عازب قال قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم : "اذا اتيت مضجعك فتوضا وضوءك للصلوة ثم اضطجع علی شقك الايمن وقل ، 'اللهم اسلمت وجهی اليك وفوضت امری اليك والجأت ظهری اليك رهبة ورغبة اليك لا ملجأ ولا منجأ منك الا اليك آمنت بكتابك الذی انزلت ونبيك الذی ارسلت' فان مت مت علی الفطرة واجعلهن آخر ما تقول فقلت استذكرهن وبرسولك الذی ارسلت قال 'لا، وبنبيك الذی ارسلت'" ²۔

آپ نے براء بن عازب رضؓ کو ایک دعا سکھائی جو سوتے وقت پڑھی جاتی ہے۔ وہ کہتے ہیں، میں نے وہ دعا آپ کو دوبارہ سنائی تو ایک لفظ (بنبیك) کی جگہ میں نے برسولك کہہ دیا، آپ نے فرمایا، ایسا نہ کہو، بلکہ جو میں نے لفظ کہا ہے ـــــ یعنی بنبیك ـــــ وہی کہو"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدیثیں دھرائی جاتی تھیں اور الفاظ کا خاص خیال رکھا جاتا تھا، پھر اس کے علاوہ یہ بھی معمول تھا کہ مسائل بیان فرماتے وقت مبلغین کو خاص طور سے فرما دیا جاتا کہ ان کو حفظ کر لو صحیح بخاری میں ہے کہ

---

¹ صحیح بخاری کتاب العلم باب القراءۃ والعرض علی المحدث۔

² صحیح بخاری کتاب الدعوات، باب اذا بات طاہرا

ان وفد عبد القيس لما اتوا	جب عبد القیس کے لوگ بصورت وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
النبي صلى الله عليه وسلم ..... فقالوا	کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان لوگوں نے آپ کی خدمت
يا رسول الله ..... فمرنا بامر	میں درخواست کی کہ آپ ہم کو ایسی باتیں بتائیں جن پر
نخبر به من وراءنا وندخل به الجنة	عمل کرنے سے ہم جنت میں داخل ہو جائیں اور اپنی
..... فامرهم باربع .... امرهم	قوم کو جا کر ان کی تلقین کریں۔ آپ نے فرمایا، میں تم
بالايمان بالله ..... وشهادة ان لا	کو چار باتوں کا حکم دیتا ہوں، توحید و رسالت کا
اله الا الله وان محمدا رسول الله	اقرار، نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ کا ادا کرنا، رمضان
واقام الصلوة وايتاء الزكوٰة	کے روزے رکھنا، اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا
وصيام رمضان وان تعطوا من	کرنا........ پھر فرمایا کہ ان مسائل کو اچھی
المغنم الخمس وقال احفظوهن	طرح یاد کر لو اور اپنی قوم میں اس کی اشاعت کرو ــــ یاد
واخبروا بهن من وراءكم[1]	رہے کہ یہ وفد چالیس آدمیوں پر مشتمل تھا ــــ

تبلیغ کا یہ کام عہد نبوی میں جیسے ہوتا رہا، اسی طرح خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی اس پر عمل درآمد رہا کیا،

خلافت راشدہ میں حدیث قانونی ماخذ تھی علاوہ ازیں اس دور میں مسائل معلوم کرنے کے لئے قرآن مجید کے بعد سنت ہی کی طرف رجوع کیا جاتا تھا، اور سب صحابہ بالاتفاق یہی روش رکھتے تھے، چنانچہ میمون بن مہران کہتے ہیں،

كان ابو بكر اذا ورد عليه	جب حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے پاس
الخصم نظر فى كتاب الله فان	کوئی مقدمہ پیش ہوتا، تو پہلے کتاب اللہ
وجد فيه ما يقضي بينهم،	دیکھتے، اگر اس میں حکم مل جاتا، تو
قضى به وان لم يكن فى الكتاب	اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔ اگر کتاب اللہ
وعلم من رسول الله صلى الله عليه	میں نہ پاتے، تو سنت میں تلاش کرتے
وسلم فى ذالك الامر سنة قضى به	اس میں مل جاتا تو اس کے مطابق
فان اعياه خرج فسأل المسلمين	فیصلہ فرما دیتے، اگر آپ کو حدیث
وقال اتانى كذا وكذا فهل	معلوم نہ ہوتی، تو صحابہ رضؓ کو جمع کر کے

[1] صحیح بخاری باب اداء الخمس من الایمان

علمتم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قضى فى ذلك بقضاء فربما اجتمع النفر كلهم يذكر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه قضاء فيقول ابوبكر الحمد لله الذى جعل فينا من يحفظ على نبينا .... فان اعياه ان يجد فيه سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم جمع رءوس الناس وخيارهم فاستشارهم فاذا اجتمع رأيهم على امر قضى به[1]

ان سے دریافت کرتے، کہ کسی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہو تو بتائیے، بسا اوقات ایک جماعت کی جماعت ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطلوبہ حدیث بیان کر دیتی، صدیق اکبرؓ فرماتے، اللہ کا شکر ہے، کہ اس نے ہم میں حدیث یاد رکھنے والے پیدا کئے ہیں ——— اگر حدیث نہ ملتی تو آپ سب لوگوں کے مشورے سے فیصلہ کرتے،

قاضی شریحؒ سے مروی ہے کہ :-

ان عمر بن الخطاب كتب اليه ان جاءك شئ فى كتاب الله فاقض به .... فان جاءك ما ليس فى كتاب الله فانظر سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقض بها فان جاءك ما ليس فى كتاب الله ولم يكن فيه سنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم فانظر ما اجتمع عليه الناس فخذ به فان جاءك ما ليس فى كتاب الله ولم يكن فى سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم يتكلم فيه احد قبلك فاختر اى الامرين شئت ان شئت ان تجتهد برايك ثم تقدم فتقدم وان شئت ان

حضرت عمرؓ نے مجھے لکھا، کہ اگر کوئی حکم کتاب اللہ میں ہو تو اس کے ساتھ فیصلہ کرو، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو دیکھ کر اس پر فیصلہ کرو، اگر کتاب وسنت میں نہ ملے تو اجماع کے مطابق فیصلہ کرو، اگر کتاب وسنت اور اجماع میں بھی کوئی مسئلہ نہ ملے، تو پھر تم کو اختیار ہے، خواہ اجتہاد سے فیصلہ کرو یا خاموش رہو، اور میرے خیال میں تمھاری خاموشی

[1] دارمی طبع ہند ص ۳۳-

"تتاخر فتاخر ولا اری لتاخر الاخیرا لك"[1] | بہتر ہے"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں

اتی علینا زمان لسنا نقضی ولسنا هنالك وان الله قد قدر من الامر ان قد بلغنا ماترون فمن عرض له قضاء بعد الیوم فلیقض فیه بما فی کتاب الله فان جاءه مالیس فی کتاب الله فلیقض بما قضی به رسول الله صلی الله علیه وسلم فان جاءه مالیس فی کتاب الله ولم یقض به رسول الله صلی الله علیه وسلم فلیقض بما قضی به الصالحون ولا یقل انی اخاف وانی اری فان الحرام بین والحلال بین وبین ذالك امور متشبهة فدع ما یریبك الی مالایریبك[2]

ہم پر ایک وقت ایسا آیا کہ ہم فیصلے نہیں کرتے تھے، اور نہ ہمارا مقام تھا، اب اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس مقام پر لاکر کھڑا کر دیا تو یاد رکھو، جس کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو، تو وہ کتاب اللہ کے ساتھ فیصلہ کرے، اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی اتباع کرے پھر اگر کتاب اللہ و سنت میں فیصلہ نہ ملے، تو اپنے سے پہلے نیک لوگوں کے فیصلے پر عمل کرے، یہ نہ کہے مجھے ڈر ہے اور اپنی رائے سے بھی فیصلہ نہ کرے کیونکہ حلال و حرام کھل چکے ہیں، ان کے درمیان کچھ باتیں شبہ والی ہیں، ان کو چھوڑ کر ایسی بات اختیار کرو جس میں شک نہ ہو

حضرت عبداللہ بن یزیدؒ کہتے ہیں کہ:۔

کان ابن عباس سئل عن الامر فکان فی القرآن اخبر به وان لم یکن فی القرآن وکان عن رسول الله صلی الله علیه وسلم اخبر به فان لم یکن۔ فعن ابی بکر وعمر فان لم یکن قال فیه برأیه[3]

جب عبداللہ بن عباسؓ سے کوئی سوال ہوتا، تو اگر قرآن میں ہوتا تو بتا دیتے۔ اگر قرآن میں نہ ہوتا تو سنت کے فیصلہ کو لیتے، اگر قرآن و سنت دونوں میں نہ پاتے تو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے فیصلہ کے مطابق حکم دیتے، اگر وہاں بھی مسئلہ نہ ملتا، تو پھر اپنی رائے سے فتویٰ دیدیتے،

غور کیجئے کہ جب حدیث کی تبلیغ کی یہ حالت ہو، اور اس کے حفظ و تکرار کی یہ نوعیت، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ لوگوں کو جو حدیث سنی ہوئی ہو وہ بھول جائے،

(۴) مدارس حدیث کا قیام | چوتھی وجہ جس کی بنا پر احادیث یاد رہتی تھیں۔ مدارس حدیث کا قیام ہے:۔

[1] سنن دارمی ص ۴۳، [2] سنن دارمی ص ۳۳، [3] سنن دارمی ص ۴۳،

جب کسی فن کے لئے مدارس قائم کئے جائیں اور اس کی نشر و اشاعت کے انتظام کا اہتمام کیا جاتے تو اس صورت میں اس فن کے مسائل کے محفوظ ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے، کیونکہ بہت سے قابل ذہین لوگ اس فن کے حاصل اور اس کی تحقیق کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ معہذا احادیث کے سننے اور سنانے کا انتظام تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہی شروع ہو گیا تھا، اور احادیث کے سننے اور سنانے تعلیم اور تعلم کے لئے حلقہ ہائے درس قائم ہو چکے تھے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر بمجلسین فی مسجدہ فقال کلاھما علی خیر واحدھما افضل من صاحبہ - اما ھٰؤلاء فیدعون اللہ ویرغبون الیہ فان شاء اعطاھم و ان شاء منعھم واما ھٰؤلاء فیتعلمون الفقہ والعلم ویعلمون الجاھل فھم افضل و انما بعثت معلما قال ثم جلس فیھم[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں تشریف لائے جبکہ مسجد میں دو مجلسیں لگی ہوئی تھیں، آپ نے دیکھ کر فرمایا، دونوں نیک کام میں مشغول ہیں، مگر ایک مجلس دوسری مجلس سے افضل ہے، اس مجلس والے اللہ سے دعا کر رہے ہیں، جس کا قبول کرنا نہ کرنا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ مگر دوسری مجلس والے سمجھ کی باتیں حاصل کرنے اور علم پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہیں، پس یہ افضل ہیں اور میں بھی معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں، یہ فرما کر مجلس علم میں بیٹھ گئے۔

یہ سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زیادہ وسیع ہو گیا، یہ مدارس مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، بصرہ، کوفہ مصر، شام وغیرہ میں تھے (جیسا کہ اعلام الموقعین، حسن المحاضرہ، تذکرۃ الحفاظ و کتب احادیث سے معلوم ہوتا ہے) ان درسی حلقوں کا ایک فائدہ یہ تھا، کہ ایک دوسرے سے واقف ہو جاتے، اور پڑھنے پڑھانے اور تکرار کے باعث مسائل سے پوری واقفیت حاصل کر لیتے، جب کوئی مسئلہ ایک حلقۂ درس سے نہ ملتا تو دوسرے حلقۂ درس سے لے لیتے، یہاں تک کہ لوگ ان درسوں سے خاص خاص مسائل سے واقف ہو گئے، اور اس بات کا کوئی خطرہ نہ رہا، کہ کوئی شخص ایک جھوٹی بات بھی ان درس گاہوں کے اساتذہ یا متعلمین کی طرف منسوب کر کے دھوکہ دہی میں کامیاب ہو سکے، یعنی ایسا نہیں ہو سکا کہ کوئی شخص علماء کے حلقوں میں اپنی کوئی بات جاری کرانا چاہے

[1] سنن دارمی ص ۵۴،

اور وہ نادانستگی میں تسلیم کر لی گئی ہو! اگرچہ یہ ضرور ممکن ہے کہ جو زندیق لوگ مسلمانوں کو خراب کرنے کے لئے اسلام میں داخل ہو گئے تھے، کوئی تحریک چلا کر اپنے جال میں عوام کو پھانسنے میں کامیاب ہو جائیں، مگر ان کا دجل و فریب عوام کے ایک طبقے سے آگے نہ بڑھ سکا، اور بحمد اللہ خواص خصوصاً طبقہ محدثین پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا علم کے ماہر موجود تھے، جو اس غلط اثر کو مٹانے کے لئے لگے رہتے تھے، ایسے لوگ جس طرح قرآن کے الفاظ میں ردو بدل نہیں کر سکے، اسی طرح قرآن کے بیان اور اس کے مفہوم و تفسیر یعنی حدیث میں بھی کچھ نہ داخل کر سکے، کہ علمی حلقے اس سے متاثر ہو سکے ہوں! بلکہ اب تک بھی یہ واقعہ ہے کہ کئی ابلیس سیرت علم کا لبادہ اوڑھ کر عوام الناس کے بہکانے اور ان سے اپنی بزرگی تسلیم کرانے اور ان کو بھڑکانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں، مگر اس سے ماہرین حدیث متاثر نہیں ہوتے، غرضیکہ درسی انتظام نے اس وقت کے دجالوں کی کاروائی کو ملیامیٹ کر دیا، اگرچہ ان لوگوں نے بہت کوشش کی اور اپنے ساتھ آدمی ملائے، بلکہ بعض دفعہ بڑے بڑے علماء کی بے عزتی کرنے کرانے میں بھی کامیاب ہو گئے، مگر بحمد اللہ دین میں ردو بدل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔

(۵) عہدِ نبوی میں کتابتِ حدیث پانچواں سبب جس کی وجہ سے حدیثیں یاد رہیں اور دین تبدیلی سے محفوظ رہا ـــــــ وہ تحریریں ہیں، جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوائیں، اور وہ صحیفے جو صحابہ کرامؓ نے قلم بند کئے، اور وہ مکاتیب بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں لکھوائے، جن میں مسائل شرعیہ کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، یہ تحریریں، صحیفے، مکاتیب حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں، سب سے اہم چیز اس سلسلے کی وہ مکتوب گرامی ہے، جو عمرو بن حزم کی وساطت سے یمن والوں کو عہد نبوی کے آخری ایام میں بھیجا گیا تھا، جس میں تلاوت قرآن مجید، نماز، زکوٰۃ، طلاق، عتاق، قصاص، دیت، فرائض، سنن، کبیرہ گناہ وغیرہ کی اچھی خاصی تفصیل فرمائی گئی ہے، اس مکتوب کو جامعیت[1] مسائل کے لحاظ سے حدیث کی پہلی کتاب کہنا چاہیئے، یہ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لکھوایا تھا، حافظ ابن القیم کہتے ہیں:- هو كتاب عظيم فيه انواع من الفقه في الزكوٰة والديات والاحكام وذكر الكبائر والطلاق والعتاق واحكام الصلوٰة ومس المصحف وغير ذالك[2]

[1] حضرت عمرو بن حزم کی اس کتاب کا ذکر متعدد کتب حدیث میں ہے مثلاً سنن نسائی ص ۲۴۷، ۲۴۸، ج ۲، طبع المکتبۃ السلفیہ لاہور، مستدرک حاکم ص ۳۹۵، ۳۹۷ ج ۱ مطبوعہ حیدر آباد دکن، سنن دارقطنی ص ۳۷۰ وغیرہ۔ [2] زاد المعاد ص ۳۰ ج ۱

پس ان تحریرات، مکاتیب اور صحیفوں کے ہوتے ہوئے کیسے ممکن تھا کہ حدیثیں یاد نہ رہیں یا دین میں ردّ و بدل ہو سکے، کیونکہ یہ سلسلہ بعد میں ترقی کرتا گیا، صحابہ رضؓ میں سے ہر شخص نے تو قریب قریب وہی حدیثیں لکھیں یا لکھوائیں، جو خود سنی تھیں، مگر تابعین رحؒ نے اپنے اپنے شہر کے تمام صحابہ رضؓ سے حدیثیں لیں اور لکھیں، مسلمانوں میں حج کا رواج شروع میں ہی پیدا ہو چکا تھا، اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کی طرف بھی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا، اس وجہ سے اسلامی حکومت کے سب علماء ایک دوسرے سے مستفید ہوتے تھے، پھر یہ شوقِ علم اور ترقی کر گیا، اور علمی خدمت کے لئے بڑے بڑے سفر اختیار کرنے شروع کر دیئے گئے، علم کے لئے سفر کرنے کی ابتداء صحابہ رضؓ کے زمانے میں شروع ہو گئی تھی، مگر بعد میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی، کہ تمام صحابہ رضؓ کے مرویات کو محفوظ کر لیا گیا، اور اس طرح صحابہ کے مجموعے تابعین کے مجموعوں میں اور تابعین کا جمع کردہ ذخیرہ تبع تابعین نے اکٹھا کر دیا، بعدہ آئمہ حدیث نے ان سب کو بڑی بڑی کتابوں کی صورت میں مدون کر دیا، اور یوں تمام احادیث مسلم بسند ہو کر صحابہ و تابعین میں متداول ذخیرہ احادیث صحاح ستہ میں آگیا، وللہ الحمد۔ (باقی)

بقیہ صفحہ ۲۲

طرزِ عمل کا کوئی جزء ایسا نہیں ہے جس کا ثبوت سنت نبوی سے نہ مل جاتا ہو، آپ نے بس اتنا کیا کہ ان منتشر اجزا کو جوڑ کر ان میں ایک اجتماعیت پیدا کر دی، اور بیشتر صحابہ نے اس کو من و عن مان لیا، اگر یہ بالکل ہی نئی بات ہوتی تو صحابہ کی اکثریت کبھی بھی اسے نہ مانتی، چونکہ اس نماز کا تعلق فرائض سے نہیں تھا، اس لئے اس نظم کے قائم کرنے کے بعد بھی آپ نے اس کے لئے سب کو مجبور نہیں کیا، بلکہ صحابہ میں اب بھی کچھ لوگ کم و بیش نماز تراویح پڑھتے تھے اور کوئی کسی پر نکیر نہیں کرتا تھا، کیونکہ تمام صحابہ کا طرزِ عمل سنت نبوی کے مطابق تھا۔ (باقی)

یہ کتابیں ضرور منگایئے ۱۲/۱۴

صحیح بخاری شریف مترجم مع السطور فی پارہ دو روپے۔ صحیح مسلم شریف مترجم معہ شرح نووی فی جلد ۸/- روپے۔ ابن ماجہ شریف اردو کامل ۱۲/- روپے۔ غنیۃ الطالبین کامل اردو دس روپے۔ رسالہ میں آ چکا ختم ہو گیا ہے اب کوئی صاحب طلب نہ فرمادیں۔ رسالہ گیارھویں شریف معہ پانچویں شریف چھپ کر آگیا ہے۔ ایک ایک آنے والے چار ٹکٹ بھیج کر طلب کیجئے۔

مکتبہ شعیب برنس روڈ کراچی ۱

تحریک جماعت اسلامی اور مسلک اہل حدیث ۲/۳

اپنے موضوع پر یہ ایک کامیاب زرین مقالہ ہے جس کا پیش لفظ حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مدظلہ آف گوجرانوالہ کی قلم حقیقت رقم کی رہین منت ہے اور جس میں نزاع مالیرکوٹلہ سے متعلق مولانا ابوالکلام آزاد کے فیصلے کو بھی نقل کر دیا گیا ہے۔ مسلک اہلحدیث کی وضاحت اور تحریک جماعت اسلامی سے اس کے بنیادی اختلافات کو معلوم کرنے کیلئے یہ کتاب بالضرور مطالعہ فرمایئے صفحات معہ ٹائیٹل ۱۳۲۔ ہدیہ ۱۲/۔ پاکستانی بھائی مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور سے طلب فرمائیں۔ کہ آپ کے لئے اس میں آسانی ہے۔

ناظم مکتبہ اشاعت دینیات مومن پورہ۔ بمبئی ۱۱